محمد یونس قادری

عالمِ اسلام کے خلاف مغرب کی نئی حکمت عملیاں

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے پس منظر میں مغرب اسلام کو بہت سنجیدگی سے دیکھ رہا ہے، اسلام سے متعلق اس کے مفکرین اور پالیسی ساز ادارے مختلف آراء رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ آراء آج کل کافی مقبول ہو رہی ہیں جیسے شیریل بنارڈ (Cheryl Benard) کے تحقیقی مقالے سول ڈیموکریٹک اسلام (Civil Democratic Islam)، ایوبن (Euben) کے تحقیقی مقالے (Enemy in the Mirror)، جوزف ایس نائی (Joseph S Nyei) کے مقالے (Decline of Amrican Soft Power) وغیرہ کی آراء۔ ہم ان میں سے ہر ایک کا تجزیہ اسلامی نقطہ نگاہ سے پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

سب سے پہلے ہم شیریل بنارڈ کے مقالے ''سول ڈیموکریٹک اسلام'' کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ اس تجزیہ سے پہلے یہ مناسب ہوگا کہ ہم بنارڈ کا تعارف پیش کریں۔ بنارڈ مغربی افکار کی حامل مفکرہ ہے۔ اس کا زیادہ تر کام حقوق نسواں پر ہے۔ یہ افغانستان اور پاکستان کے قبائلی معاشروں پر ناول لکھ چکی ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے سنہری دور میں عورتوں کی آزادی کے حوالے سے اس کا کام ہے۔ طالبان عالیشان کے دور میں عورتوں کی آزادی کے حوالے سے اس کا ناول Veif Courage اور پاکستان کے قبائلی معاشرہ کے حوالے سے اس کا ناول Mughul Buffet مغرب میں کافی سراہا گیا ہے۔ بنارڈ افغانستان میں امریکہ کے ایک بڑے ایجنٹ زلے خلیل زادے کی بیوی ہے جو کہ افغانستان میں امریکی جارحیت کے دور میں بش کا مشیر رہا اور آج کل افغانستان میں امریکا کا سفیر بھی ہے۔

بنارڈ کے اس مقالے کو رینڈ کارپوریشن (RAND Corporation) نے چھاپا ہے۔ رینڈ کارپوریشن امریکی حکومت کے لیے نجی طور پر پالیسی سازی کا کام کرتی ہے۔ اس کی آراء کو امریکی ایوانوں میں کافی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بنارڈ کے اس مختصر تعارف سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مغربی افکار کے راسخ العقیدہ عورت ہے جو کہ امریکی غلبہ کے لیے سرگرم ہے اور اسکے مقالے کا موضوع ہی یہ ہے کہ ۱۱ ستمبر کے بعد امریکی بالادستی کو عالم اسلام پر کس طرح قائم کیا جائے۔

بنارڈ اپنے مقالے کی ابتداء میں یہ سوال اٹھاتی ہے کہ مسلمان امریکا کے خلاف کیوں برسرِ پیکار ہیں، اس کی کیا وجوہ ہیں؟ اس کے جواب پر ہی اس کے پورے مقالے کا دارومدار ہے۔ مغربی تصورات کی حامل یہ خاتون جب اسلامی تہذیب کا مطالعہ کرتی ہے اور مسلمانوں میں بڑھتے ہوئے شہادت کے جذبے کو دیکھتی ہے، ان کو خودکش حملے کرتے دیکھتی ہے تو اس کو ایک ردعمل سے تعبیر کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ مسلمانوں کو چونکہ بہت عرصے سے بین الاقوامی سیاست سے دور رکھا گیا

'ان میں پائی جانے والی ترقی پذیری' غربت جیسی مادی وجوہ کی بناء پر ان میں بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ اس کیفیت میں بقول اس کے مسلمانوں کو سمجھ نہیں آرہا کہ وہ کیا کریں۔ مسلمان اپنے مادی غلبے کے لیے مختلف طریقہ کار اپنا رہے ہیں اور مسلمان دنیا اس معاملہ میں مختلف گروہوں اور نظریات میں بٹی ہوئی ہے۔ مسلمانوں میں پیدا شدہ اس اختلاف کو وہ چار بڑے گروہوں میں منقسم کرتی ہے جو کہ درج ذیل ہیں

(1) بنیاد پرست (Fundamentalist) (2) قدامت پسند (Traditionalist)

(3) سیکولرسٹ (Secularist) (4) موڈرنسٹ (Modernist)

ان چار گروہوں کی نشاندہی کرنے کے بعد ان کے افکار، نظریات کا مطالعہ کرے گی اور اس مطالعے کی روشنی میں دیکھے گی کہ کون سا گروہ اسلامی نظریات سے ہم آہنگ ہے اور کون سا گروہ مغربی افکار سے منسلک ہے۔

● مسلمانوں کے گروہوں کا جائزہ:

ان چار گروہوں کا ہم (بنارڈ کی رائے میں جو تعریفیں ہیں) ایک ایک کر کے جائزہ لیتے ہیں۔ وہ ان گروہوں کو اسلامی گروہ کہتی ہے۔ اس لیے کہ اس کے خیال میں یہ چاروں گروہ اپنے آپ کو نہ صرف مسلمان کہتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو ان کا نمائندہ بھی گردانتے ہیں۔ یہ تمام گروہ اپنے افکار کی حقانیت کے لیے اسلامی مآخذ سے ہی استفادہ کرتے ہیں۔ اب ہم ان میں پائے جانے والے بنارڈ کے نقطۂ نگاہ سے اختلافات کا جائزہ لیتے ہیں۔

● بنیاد پرست (Fundamentalist):

یہ وہ ہیں جو جہاد اور قتال کو غلبۂ اسلام کی حکمت عملی کے طور پر اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ گروہ وہ ہے جو کہ خودکش حملے کرتا ہے اور اس کے جائز ہونے کا جواز بھی پیش کرتا ہے۔ وہ بڑی دور اندیشی سے اس گروہ کا تجزیہ کرتی ہے کہ یہ گروہ جمہوریت اور دیگر مغربی افکار کا منکر ہے اور جمہوری تصور کے برخلاف جہاد اور انقلاب کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ لکھتی ہے کہ یہ نہ ہی کسی ریاست، نہ ہی کسی علاقے، نہ ہی کسی گروہ کی بالادستی کے قائل ہیں۔ یہ امت مسلمہ کو وحدانیت تصور کر کے اس کے مکمل غلبے کے خواہاں ہیں اور ان کی ساری سعی اور کوشش اسی کے لیے ہے اور یہ کسی بھی صورت اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ گروہ جب بھی کسی علاقے میں کارروائی کرتا ہے یا کسی گروہ کے ساتھ منسلک ہوتا ہے تو وہ اس کو ایک آلہ کار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ ان بنیاد پرستوں کو بھی دو مزید گروہوں میں تقسیم کرتی ہے۔ ایک اسکرپچرل بنیاد پرست (Scriptural Fundamentalist) یہ وہ گروہ ہے جو اسلام کا وہی طریقہ کار استعمال کرتا ہے جو کہ اسلامی مآخذ سے مماثل ہو۔ یہ گروہ کسی بھی نئے جہادی طریقہ کار جیسے خودکش حملے وغیرہ کو اہمیت نہیں دیتا۔ اس گروہ میں ایران کے شیعوں اور عرب کی وہابی تحریکات کو لیتی ہے۔ دوسرا بنیاد پرستوں کا گروہ ریڈیکل بنیاد پرست (Redical Fundamentalist)

پر مشتمل ہے۔اس کا خیال ہے کہ یہ مسلمانوں کا سب سے خطرناک اور دہشت گرد گروہ ہے۔ یہ دہشت گردی (جہاد) خودکش حملوں کو اور بقول اس کے ایسے طریقے کار کو غلبہ اسلام کے لیے استعمال کرتے ہیں جن کی تعلیمات اسلامی مآخذ سے براہ راست اخذ نہیں ہوئیں۔ بنارڈ کے بقول ان کا طریقہ کار اسلامی تعلیمات سے متصادم لگتا ہے جیسے خودکش حملوں میں عام عورتیں، بوڑھے اور بچے بھی مارے جاتے ہیں جو کہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔اس گروہ میں وہ طالبان، القاعدہ اور حماس جیسی تحریکات کو شامل کرتی ہے۔

● **قدامت پسند (Traditionalist):**

اس دوسرے گروہ کی تعریف وہ کچھ اس طرح کرتی ہے کہ یہ گروہ اسلامی ثقافت، رسم و رواج کی بڑی شد و مد سے پاسداری کرتا ہے۔اسی وجہ سے یہ مسلمانوں کا سب سے قابل اعتماد اور بڑا گروہ ہے۔ یہ گروہ مدارس کے علمائے کرام، صوفیاء کرام، دین دار افراد پر مشتمل ہے۔ یہ گروہ برخلاف بنیاد پرستوں کے جہادی حکمت عملی کو فی الحال قابل عمل تصور نہیں کرتا بلکہ موجودہ نظام میں رہتے ہوئے اسلام کو اور اس کی تعلیمات کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ یہ گروہ اسلامی تعلیمات کا راسخ العقیدہ ہے۔اگرچہ انقلابی اور جہادی حکمتِ عملی پر عمل پیرا تو نہیں مگر یہ مجاہدین اور انقلابیوں کا مخالف بھی نہیں ہے بلکہ ان کا مددگار اور معاونت کرنے والا ہے۔قدامت پرست اسلامی اداروں، مساجد، مدارس، خانقاہوں کو اپنا مرکز بناتے ہیں۔ بقول بنارڈ کے ان ہی اداروں سے بنیاد پرست پروان چڑھتے ہیں اور یہیں پر پناہ حاصل کرتے ہیں۔

● **سیکولرسٹ (Secularist)**

یہ نجی طور پر اسلام پر عمل پیرا ہوتے ہیں مگر اجتماعی اور ریاستی معاملے میں قوم پرستی، سوشل ازم وغیرہ کے داعی ہوتے ہیں۔ بنارڈ اس گروہ کو اسلامی قوم پرست اور اسلامی سوشلسٹ گروہ تصور کرتی ہے جو کہ اس کے خیال میں درج بالا دونوں گروہوں کے مقابلے میں امریکہ سے زیادہ قریب ہیں۔

● **موڈرنسٹ (Modernist):**

یہ گروہ اسلام کی جدید تعبیر پیش کرتا ہے اور اسلام کو ایک لبرل مذہب تصور کرتا ہے۔موڈرنسٹ اسلام کی ایک تاریخی حیثیت کو تو قبول کرتے ہیں۔ نبی کریم (ﷺ) اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو اپنے دور کی بہترین شخصیات تصور کرتے مگر یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس دور کے حالات و واقعات دوسرے ہیں۔اس لیے چودہ سو سالہ پرانا اسلام اب قابل عمل نہیں ہے۔اب چونکہ مغربی نظام غالب ہے۔اس لیے اسلام کی وہ تعبیر قابل قبول ہے جو کہ اس غالب نظام کے مطابق ہو۔وہ کہتی ہے کہ مغربی نظام جو کہ لبرل ازم ہے جہاں پر آزادی اور مساوات پائے جاتے ہیں۔اس آزادی اور مساوات کے حصول کے لیے مغرب، جمہوریت اور انسانی حقوق کی پاسداری چاہتا ہے اور یہی مغرب کا اصل ہدف ہے اور موڈرنسٹ اسلام کو ایسا ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔

ان چار گروہوں کی درجہ بندی کے بعد وہ امریکی حکومت کے لیے حکمت عملی وضع کرتی ہے کہ آیا کون سا گروہ امریکی مفادات کو پورا کرے گا اور کس گروہ سے کون سا کام لینا ہے۔ بنارڈ اپنے مقالے میں اس بات پر زور دیتی ہے کہ ریڈیکل بنیاد پرست اپنے اسلامی عقائد پر پختہ ہیں، وہ قتال اور انقلاب کو اسلام کی روح سمجھتے ہیں۔ وہ مغربی افکار آزادی ''ہر فرد کا حق ہے جیسے چاہے جئے'' پر بالکل اعتقاد نہیں رکھتے اور غلبۂ مغرب کو عسکری شکست سے دوچار کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ان سے مغرب کو کسی بھلائی کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ اس لیے ان کا خاتمہ ضروری ہے۔ چونکہ یہ مسلمان معاشرت میں سے ابھرتے ہیں۔ اس لیے امریکہ کو ایسا مسلم معاشرہ تعمیر کرنے کی سعی کرنی چاہیے، جہاں پر بنیاد پرست نہ ہوں۔ اس لیے وہ تجویز کرتی ہے کہ چونکہ قدامت پسند جو کہ مسلم معاشرے کا سب سے بڑا اور طاقتور گروہ اور ان بنیاد پرستوں کو پناہ دیتا ہے اور ان کی مالی اعانت بھی کرتا ہے۔ اس لیے سب سے ضروری عمل یہ ہے کہ بنیاد پرستوں کو قدامت پسندوں سے علیحدہ کر دیا جائے۔ قدامت پسندوں کو اقتدار میں اس طرح شریک کیا جائے کہ یہ بنیاد پرستوں کی جگہ لے لیں۔ یعنی قدامت پسند جہاد اور انقلاب کو رد کریں اور جمہوریت کو اس کی جگہ پر رکھیں۔

اس کے علاوہ بنیاد پرستوں کو عوام میں بدنام کیا جائے کہ یہ دہشت گرد ہیں اور ان کی وجہ سے مسلمانوں پر آفات آئی ہوئی ہیں۔ اگر ان کو اقتدار مل جائے تو مسلمانوں کو ان کی برائیاں میڈیا کے ذریعے خوب اچھی طرح باور کرانی چاہئیں۔ سیکولرسٹ حضرات کے لیے اس کی رائے یہ ہے کہ چونکہ قوم پرست اور سوشلسٹ گروپ اس سے متعلق ہوتے ہیں اور بائیں بازو سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے امریکہ کے ایوانوں میں ان کی پذیرائی کم ہے۔ جبکہ بنارڈ کا خیال ہے کہ قدامت پسندوں اور بنیاد پرستوں کے مقابلے میں مغربی اقدار کے فروغ میں یہ گروہ بہت کارآمد رہا ہے۔ اگر ہم ترکی کی خلافت کو دیکھیں اور اس کے شیرازہ بکھرنے کو دیکھیں تو اس میں سیکولرسٹ حضرات نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ایک بنیاد پرست اسلامی خلافت کی جگہ ایک سیکولر ترکی کو لا کھڑا کیا۔ اس کے علاوہ جہاں بھی بنیاد پرست اقتدار میں آتے ہیں جیسے ایران اور افغانستان میں وہاں یہ سیکولرسٹ حضرات نوجوانوں کو بڑی کامیابی سے بنیاد پرستوں کے خلاف کھڑا کرتے ہیں اور یہ اسلام کی مخالفت میں پیش پیش ہوتے ہیں۔

جہاں تک موڈرنسٹ حضرات کا تعلق ہے۔ اوّل الذکر تینوں گروہوں میں سے قابل اعتماد گروہ یہی ہے۔ بنارڈ کی امید یہ ہے کہ اس گروہ کو اگر مسلم معاشروں میں مقبولیت ملی تو یہ ان معاشروں کو بڑی تیزی سے لبرل معاشروں میں تبدیل کر دیں گے مگر اس گروہ کی کمزوری یہ ہے کہ ابھی تک اس کی تعداد مسلم معاشروں میں بہت کم ہے اور اس کے پاس وسائل بھی بہت محدود ہیں۔

● امریکی حکومت کے لیے مسلمانوں کے خلاف بنارڈ کا تجویز کردہ لائحہ عمل:

موڈرنسٹوں کی مسلمان معاشروں میں پذیرائی کے لیے بنارڈ کا خیال ہے کہ مغرب کو اپنے ذرائع، وسائل سب ان

موڈرنسٹوں کے ابھارنے میں خرچ کرنے چاہئیں۔ان ہی کے اسلام کو صحیح اسلام تصور کرنا چاہیے۔قدامت پسندوں کو جو کہ اسلام کا قدامت پسندانہ تصور پیش کرتے ہیں' ان کو اسلام کا نمائندہ تصور نہ کیا جائے بلکہ موڈرنسٹ حضرات کے جدید اسلام کو ہی اسلام کی صحیح تعبیر تصور کرنا چاہیے۔

☆......قدامت پسندوں کی جو مذہب پر بالادستی ہے' اس کو ختم کرنا ہوگا اور موڈرنسٹوں کو قدامت پسندوں کی جگہ بٹھانا ہوگا۔یعنی اس کے خیال میں علمائے کرام دین کے حوالے سے جو بھی تشریح کرتے ہیں، جو حکم لگاتے ہیں' اس کو تمام مسلمان حق تصور کر کے اسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔اس کا خیال ہے جب تک علمائے کرام کی اس علمی حیثیت کو ختم نہیں کیا جائے گا۔اس وقت تک ہم اسلام کو لبرل نہیں بنا سکتے ہیں۔اس کا خیال ہے کہ موڈرنسٹ علمائے کرام کی اس فوقیت کو ختم کریں۔ان کے علم کو جہل سے تعبیر کریں' تب ہی مغربی علمیت کا فروغ ممکن ہے۔

☆......موڈرنسٹ ایسے اسلامی اسکالرز تلاش کریں جو کہ جدید ذرائع جیسے ویب سائٹ پر مسلمانوں کے مسائل کا حل پیش کریں۔یعنی مسائل کے حل کے لیے ایسے طریقہ کار وضع کریں جو کہ قدیم اسلامی طریقہ کار سے جدا ہو اور وہ ایک جدید رنگ لیے ہوئے ہو۔

☆......بنیاد پرستوں سے نمٹنے کے لیے ایسے علمائے کرام سے استفادہ کیا جاسکتا ہے جو اسلامی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر بنیاد پرستوں کے جہادی اور انقلابی اقدامات کا رڈ پیش کریں اور ان کو باطل ثابت کرسکیں۔

☆......اسی طرح سیکولرسٹ حضرات کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں کہ اگر مسلمان لبرل افکار کو برا سمجھ رہے ہوں تو وہاں سیکولرازم، لبرل ازم کو درآنے کا موقع دے گا۔مگر آخر الذکر دونوں گروہوں کو مخصوص حالات میں محدود طور پر استعمال کیا جائے ورنہ تو موڈرنسٹ ہی اسلامی ممالک میں امریکہ کے اصل حریف ہیں۔

یہ تو ہمارے دشمن کا نقطہ نگاہ تھا کہ وہ کن پہلوؤں سے ہم مسلمانوں کو زیر کرنا چاہتا ہے۔اس مقالے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف عسکری سطح پر ہم سے مدمقابل نہیں ہے بلکہ علمی، معاشرتی، ثقافتی سطح پر بھی ہم کو مغرب زدہ کرنا چاہتا ہے۔اس مقالے سے جہاں ہمیں امریکی موقف اور حکمت عملی کا اندازہ ہوتا ہے۔وہاں اس کے افکار ونظریات جاننے کا موقع بھی ملتا ہے۔مسلمانوں کے کمزور اور طاقتور دونوں پہلوؤں کا ادراک بھی اس مقالے سے بڑی حد تک ہوجاتا ہے۔

● تنقیدی جائزہ:

یہ مقالہ بھی ۱۱رستمبر ۲۰۰۱ء کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔اس مقالے کا سب سے کمزور پہلو یہ ہے کہ اس میں مجاہدین انقلابیوں کے موقف کہ انہوں نے امریکہ کے خلاف کیوں علم جہاد بلند کیا ہوا ہے کا غلط اندازہ لگایا ہے کہ یہ مادی ذرائع کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں اور مجاہدین کی حکمت عملی ایک ردّعمل ہے۔مجاہدین کی تحریک کوئی جدیدیت کی حامل انقلابی تحریک نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو دورِ جدید میں سیاسی مقام دلوانا چاہتی ہے۔یہ تحریکات تو غلبہ دین کی تحریکات ہیں

جوکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وارث تحریکات ہیں اور شہادت کے جذبہ کے تحت اسلام کا غلبہ اس صورت میں چاہتی ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے دور اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں تھا۔

بنارڈ‘ لبرل ازم کا کہیں ذکر تو نہیں کرتی مگر جب وہ جمہوریت اور انسانی حقوق کا ذکر کرتی ہے تو یہ افکار لبرل ازم کے ہی افکار ہیں۔ وہ صحیح طور پر اس بات کو بارہا امریکہ کو باور کرواتی ہے کہ علمائے کرام اور مجاہدین ان مغربی افکار یعنی جمہوریت اور انسان حقوق پر کبھی بھی تیار نہیں ہوں گے‘ وہ تو اسلام کو مغربی نظام سے جدا تصور کرتے ہیں۔ بنارڈ کا خیال ہے: بنیاد پرست اور قدامت پرست دونوں اسلامی علمیت اور اس کی تہذیب کے جانشین ہیں۔ وہ اس کو تبدیل کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ اس لیے علمائے کرام اور مجاہدین سے امریکہ کو امید نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ مغربی نظام سے مصالحت کریں۔ اس لیے امریکہ کو اصلی امید موڈرنسٹ سے ہے جو کہ اسلامی علمیت اور تہذیب کو مغربی تہذیب اور جہالت میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہم دیکھیں گے کہ دیگر مغربی مفکرین خاص کر Enemy in the Mirror اس خیال کی حامی ہے کہ اگر قدامت پرستوں کو اقتدار میں شریک کیا جائے تو وہ بھی جمہوریت اور انسانی حقوق جیسے مغربی افکار کو ہی نافذ کریں گے جیسا کہ ہم نے ایران میں دیکھا کہ وہاں پر انقلابی جب اقتدار پر آئے تو انہوں نے انقلاب کو پس پشت رکھ کر جمہوریت کو ہی اپنایا۔ پاکستان میں متحدہ مجلس عمل جس کو جہاد افغانستان کی بدولت سرحد میں اقتدار ملا تو اس نے بھی جمہوریت اور سرمایہ داری کو ہی اپنایا۔ سرحد حکومت نے ورلڈ بینک سے سارے سودی سمجھوتوں کو برقرار رکھا ہوا ہے۔ مگر چونکہ بنارڈ افغانستان میں طالبان کا دور دیکھ چکی ہے اور طالبان کی اسلامی امارت اس لحاظ سے ایک منفرد امارت تھی کہ انہوں نے انقلاب کو ترک نہیں کیا اور جمہوریت کو بالکل نافذ نہیں کیا بلکہ شریعت کو سختی کے ساتھ نافذ کر دیا۔ اسی تجربہ کی بنا پر وہ مجاہدین اور علمائے کرام کو اقتدار سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ بنارڈ جب اقتدار کی بات کرتی ہے تو اس سے مراد وہ صرف حکومت نہیں لیتی بلکہ وہ مکمل معاشرتی اور اعتقادی غلبے کو لیتی ہے۔ چونکہ وہ جانتی ہے کہ اکثر مسلمان حکمرانوں کے امریکی حلیف ہونے کے باوجود علمائے کرام اور مذہبی شخصیات کا اثر و رسوخ بہت زیادہ ہے اور بنیاد پرستوں کا دائرہ کار بڑھتا جا رہا ہے۔

موڈرنسٹ سے مراد وہ اسلامی اسکالرز اور شخصیات لیتی ہے جو اپنے آپ کو مسلمانوں کا نمائندہ کہتے ہوں۔ ان حضرات کی (بنارڈ کے بقول) بڑی تعداد مسلمان ممالک میں مغربی تعلیمی اداروں میں پائی جاتی ہے۔ خصوصاً شعبہ علوم اسلامیہ میں آپ ان کو تلاش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح مغربی ممالک میں بھی کافی تعداد موڈرنسٹ اسلامی اسکالرز موجود ہیں۔ یہ حضرات اپنی پذیرائی کے لیے بڑی خوبی سے میڈیا اور ویب سائٹ کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ امریکی ایجنٹ حکومتوں میں یہ موڈرنسٹ اسکول، کالج کی سطح پر نصاب بھی بنا سکتے ہیں جیسا کہ پاکستان میں سابق وزیر تعلیم زبیدہ جلال نے کیا اور موجودہ وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی کر رہے ہیں۔

بنارڈ کی حکمت عملی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ جانتی ہے کہ علمائے کرام کی قدر و منزلت اسلامی دنیا میں بہت

ہے۔علمائے کرام اور اسلامی شخصیات نے مغربی تہذیب کو ایک غلیظ تہذیب کے روپ میں پیش کیا ہے کہ مغربی تہذیب میں خاندان تباہ ہوتا ہے، بے حیائی، زنا، لوٹ مار عام ہوتی ہے۔اس لیے عام مسلمان مغربی تہذیب سے نفرت کرنے لگتا ہے ۔۔اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کام کریں۔ایک تو مغربی تہذیب کے اچھے پہلوؤں کو اجاگر کریں کہ مغرب نے سائنسی ترقی کے ذریعے دنیا کو ترقی دی، لوگوں کو روزگار دیا وغیرہ۔دوسرا علمائے کرام اور مجاہدین کو بدنام کیا جائے۔اگر ان کو کہیں حکمرانی ملی ہو تو اس کے کمزور پہلوؤں کو مسلمانوں کے سامنے آشکارا کیا جائے۔یہ کام موڈرنسٹ حضرات اور مغربی میڈیا بخوبی کر سکتا ہے ۔بنارڈ کی کمزوری یہ ہے کہ وہ علمائے کرام اور مذہبی شخصیات کی عام مسلمانوں سے روحانی تعلق سے ناواقف ہے۔وہ ان کے خلاف جس مادی حکمت عملی کو لیتی ہے۔اس کے الحمدللہ کامیاب ہونے کے بہت کم امکانات ہیں۔

● اسلامی غلبہ کے لیے ہماری حکمت عملی:

ہماری حکمت عملی جو ہم مغربی غلبے کے خلاف وضع کریں گے'اس کے دو پہلو ہیں۔ایک اسلام چونکہ علم ہے اور اس کے مقابل سب جہالت ہے۔اس لیے اس علم کا فروغ علمی سطح پر ہمارا اصل ہدف ہے۔چونکہ اسلام اس دنیا میں غلبے کا خواہاں ہے'اس لیے عملی جدوجہد کے ذریعے ہم غلبہ اسلام کو ہر سطح پر ممکن بنا سکیں۔

اسلام علمی سطح پر درست حالت میں الحمدللہ محفوظ ہے۔ہماری تحفظ دین کی تحریکات نے جس طرح اس کو محفوظ رکھا 'وہ قابل قدر ہے۔اب اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ طریقہ کار جو کسی بھی عمل کے جائز ناجائز، حلال حرام، افضل اولیٰ ہونے کا حضور ﷺ سے اب تک تواتر سے چلا آ رہا ہے۔ہم اسی طریقۂ کار کو مغربی غلبہ کے خلاف بھی استعمال کریں۔اس طریقہ کار کو جنہوں نے محفوظ کیا ہے اور جو اس پر عمل پیرا ہیں' وہ علمائے کرام کہلاتے ہیں۔اس لیے ہم کہتے ہیں کہ قیادت کے حق دار علمائے کرام ہی ہیں۔ان ہی کی ذمہ داری ہے کہ علمی اور عملی جدوجہد میں مسلمانوں کی قیادت کریں۔اس کے ذریعے ہم دراصل اس علمیت کو زندہ رکھتے ہیں جو حضور اقدس ﷺ کی میراث ہے اور وہ حضرات جو اس طریق کار کو اپناتے ہیں' وہی وارثین انبیاء ہیں ۔ان ہی کو ہم علمائے کرام کہتے ہیں۔

مغرب جب قیادت موڈرنسٹوں کو دینا چاہتا ہے تو دراصل وہ اس علمیت کو ختم کر کے جہالت کو فروغ دینا چاہتا ہے ۔ہمارے علمی کام کا کمزور ترین پہلو یہ ہے کہ اب تک ہم نے اپنے اصل دشمن مغرب کا نہ ہی مطالعہ کیا اور نہ ہی اس کا محاکمہ کیا۔اسی لیے اس جہالت خالصہ کو اکثر ہم نے علم سمجھ کر اپنانے کی کوشش کی جس کے سبب خود اپنی قیادت کو مغرب کے حوالے کر دیا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مغربی علوم کا ایسا ہی محاکمہ کریں جیسے ہم نے عیسائیت اور یہودیت کا کیا اور ہندوستان میں ہندو مذہب کا کیا۔

مغرب' جس تہذیب کا علمبردار ہے' اس کو لبرل ازم کہتے ہیں۔آزادی اس کا اصل ہدف ہوتا ہے۔اس ہدف کے حصول کے لیے وہ سرمایہ داری اور جمہوریت کا سہارا لیتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ علمائے کرام سرمایہ داری اور جمہوریت

کا محاکمہ اور اس کے مدمقابل اسلامی طریقہ کار کو وضع کریں تاکہ مجاہدین/ انقلابی جب اپنا اقتدار قائم کریں تو وہ خالص اسلام کو نافذ کر سکیں نہ کہ جمہوریت اور سرمایہ داری کی اسلام کاری کریں۔

جب ہم جمہوریت اور سرمایہ داری کی اسلام کاری کی کوشش کرتے ہیں تو اسلامی سیاسی تاریخ اور علمیت سے روگردانی کرتے ہیں کہ ان دونوں کا اسلامی تاریخ اور علمیت سے دور کا بھی رشتہ نہیں ہے اور نہ ہی موجودہ دور میں کہیں بھی ان دونوں مغربی افکار کے نتیجے میں اسلام غالب آیا ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان کو رد کریں۔ اس کی عملی تردید اس طرح ہوگی کہ یہ دیکھیں کہ مغربی تہذیب کے یہ ادارے اپنی قوت کہاں مرتکز کرتے ہیں۔ سرمایہ داری اپنی قوت مارکیٹ ، بینک، اسٹاک مارکیٹ میں منظّم کرتی ہے اور جمہوریت اپنی قوت پارلیمنٹ، بیوروکریسی، میونسپل کارپوریشن، عدلیہ میں مرتکز کرتی ہے۔ علمائے کرام اور انقلابیوں کا اصل کام یہ ہوگا کہ اسلامی معاشروں سے ان اداروں کو اوّل تو تباہ کر دیں اور ان کے مدمقابل اسلامی اداروں کو لا کھڑا کریں اور اگر ہم مغربی ایجنٹوں کے زیرِ تسلط ہیں تو پھر ان مغربی اداروں کے متوازی اسلامی ادارے قائم کریں جہاں پر زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کی قوت کو منظّم کر کے انقلابی جدوجہد کی داغ بیل ڈالی جا سکے۔ یہی انقلابی حکمت عملی ہے کہ ہم اپنی قوت کو اسلامی اداروں میں مجتمع کریں۔ ان کے برخلاف اگر ہم نے اپنی قوت مغربی اداروں میں مجتمع کی تو پھر مغربی نظام طاقتور اور ہم کمزور ہوں گے۔ جیسا کہ خلافت عثمانیہ کے بعد سے مسلمان معاشروں میں ہو رہا ہے۔

دوسرا بڑا کام یہ ہوگا کہ ہم مغربی اداروں کی جگہ اسلامی ادارے قائم کریں مگر اس میں ابہام یہ ہے کہ ہم اس دورِ جدید میں اسلامی اداروں کی بھرپور طریقہ سے نہ ہی نشاندہی کر پائے ہیں اور نہ ہی ان کو منظّم کر پائے ہیں۔ ہمارے خیال میں نبی کریم ﷺ کے دور سے اب تک مساجد وہ متفقہ ادارے ہیں جن کو سب اسلامی ادارے ہی تصور کرتے ہیں۔ دوسرا بڑا ادارہ جو ہم نے اٹھارہ اور انیسویں صدی میں منظّم کیا' وہ مدارس ہیں۔ دونوں بڑے اداروں کو اس نہج پر منظّم کرنا کہ یہ سرمایہ دارانہ اور جمہوری اداروں کی جگہ لے لیں۔ یہ اس دور کا سب سے مشکل اجتہادی کام ہے اور یہ کام جہاں بھی منظّم ہوا' وہاں پر اس کی قیادت کے فرائض علمائے کرام نے ہی انجام دیئے۔ اس لیے علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ سب سے پہلے ان اداروں کو منظّم کریں پھر ان کے گرد سیاسی، معاشرتی، معاشی کام کو منظّم کریں۔

ہمارے دشمن کی یہ کوشش بھی ہے کہ ہمارا کام منظّم اور متحد نہ ہو بلکہ مجاہدین/ انقلابیوں کے کام کو مدارس اور مساجد سے الگ کر دیا جائے۔ تاکہ ان کی مسلمانوں میں پذیرائی باقی نہ رہے۔ ہماری کوشش یہ ہوگی کہ مجاہدین/ انقلابی تو کجا کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا کام مساجد و مدارس اور علمائے کرام کی سرپرستی کے بغیر نہ ہو۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کی ایک علماء کونسل مرتب کی جائے جو درج بالا کام کو منظّم اور متحد کریں اور ان ہی کی زیرِ قیادت سیاسی، معاشی، جہادی کام پروان چڑھے۔ مدارس و مساجد کی انفرادی حیثیت کو ختم کر کے اس کو وفاق المساجد اور وفاق المدارس کے تحت دیا جائے۔ تمام نجی مساجد و مدارس کمیٹیوں کو ختم کر کے ان کو ایک ہی وفاق کے تحت منظّم کیا جائے۔